ہوا سے کہو

احمد عارف

کتاب : ہواسے کہو

شاعر : احمد عارف

اشاعت : 2015

کمپوزنگ : محمد شعیب

طباعت : اورین پرنٹرس، حیدرآباد

باراول : تین سو پچاس

قیمت : دوسو پچاس روپے

ملنے کا پتہ : احمد عارف

افسانہ منزل، سقاف روضہ، بیجاپور۔ 586101

موبائل : 08867816410

E-mail : saharaurdubijapur@gmail.com

عنوان

بنام

ذی عزت وشان

والدہ

چاند بی بی

جو ہمیشہ مجھ پر مہربان رہیں

اِنتساب

ایم۔ یونس، گوکاک کے نام

پیش لفظ

شاعری میں غزل کے مقابلے میں آزاد نظم اور پھر نثری نظم کا امتیاز یہ ہے کہ آزاد نظم کسی شاعر کی ذات کی مطابقت کے ساتھ اپنا مواد اور ہیئت ساتھ لاتی ہے۔ جو دوسرے کسی شاعر سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس قسم کی شاعری یا پھر نظم، غزل اور دیگر تمام شعری اصناف سے نہ صرف یہ کہ جدا ہوتی ہے، بلکہ ندرت، جدت اور اسلوب کے لحاظ سے بھی الگ اور افضل ہوتی ہے۔ اس تخلیقی ندرت و جدت کا ابھی ہماری شاعری کی تنقید میں اعتراف تک نہیں کیا گیا ہے۔ کیوں کہ ہمارے نقادوں کو یا تو اس کا علم ہی نہیں ہے، یا پھر وہ غزل کی محبت میں اتنے متعصب ہیں کہ ان کی نگاہ اس طرف جاتی ہی نہیں۔ عوام کا تو خیر ذکر ہی کیا کہ جو گلے بازی اور نعرہ بازی ہی کو شاعری سمجھے ہوئے ہیں۔

اس حقیقت کے باوجود کہ ماضی میں کرناٹک میں محمود ایاز، حمید الماس، شائستہ یوسف کے علاوہ چند ایک نئے نظم گو شعراء نے جنم لیا ہے۔ نئی شاعری کے تعلق سے یہ سرزمین بنجر ہی رہی ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہوگا اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ چونکہ بات نظم کی ہو رہی ہے، مَیں اس سرزمین کے جدید غزل گو شعراء کو اس بحث میں شامل نہیں کر رہا ہوں۔

جب مَیں ایک مشاعرے کے سلسلے میں بیجاپور کا دورہ کیا تھا۔تب احمد عارف نے ڈرتے ڈرتے اپنی نظموں کا مسودہ میرے حوالے کیا تو ،اس وقت مجھے یہ بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یہ مسودہ ہندو پاک میں آزاد اور نثری نظم کے نام پر لکھی جانے والی بے شمار تحریروں سے الگ ہوگا۔اپنی ہیئت اور مواد دونوں اعتبار سے۔

مجھے اس مسودہ کی ورق گردانی کرتے ہوئے اس لئے بھی بے حد خوشی ہوئی کہ اس طرز کی نظمیں اردو میں بہت کم لکھی جارہی ہیں۔

اس مجموعے میں شامل نظموں کی سب سے اچھی بات، ان نظموں کی ظاہری اور باطنی ہیئت ہے۔اس قبیل کا لفظی آہنگ مَیں نے کسی اور کی نظموں میں دیکھا نہیں ہے۔ان نظموں کی ہیئت میں ایسی بات ہے کہ اگر شاعر اس ہیئت پر مزید محنت کرے تو ایک نئے فارم کی ایجاد ہوسکتی ہے۔لیکن یہ بات ایسی ہے کہ جس پر بحث کے دروازے کھل سکتے ہیں، لہٰذا میں اس موضوع پر مزید کچھ نہیں کہوں گا۔یوں بھی میں کوئی 'پیشہ ور' نقاد نہیں ہوں۔

اس بحث سے قطع نظر ان نظموں کا باطنی آہنگ یہ ہے کہ معنوی سطح پر احمد عارف نے بالکل ہی لاشعوری طور پر چاہے اثبات میں ہو یا نفی میں مختلف معروضات کو ہم آہنگ بنانے کی سعی کی ہے۔ جیسے دولت اور مصرف، نینداور چاند، گوراور بہشت، مولوی اور مردہ، عقائد اور امام، محافظ اور جھیل میں نہار ہی عورت، خدا اور دوزخ، قہر خدا وند اور جائز و ناجائز، سود اور مولوی کی ضرورت، اذان اور موذن، زنا اور سزا، سارا اور ساوتری وغیرہ وغیرہ۔ یہ عمل حقیقتاً متضاد تصورات کے معنوی ارتباط کی تلاش ہے کہ جو نظم کو ایک اندرونی آہنگ دیتی ہے۔اور یہ سارا شعری عمل احمد عارف بڑے ہی سیدھے سادے طریقے سے انجام دیتے ہیں۔اگر نثری نظم میں سہل ممتنع کو رواج دیا جاسکتا ہے تو ،مَیں احمد عارف کی ان نظموں کو سہل ممتنع کے مماثل کہوں گا۔

نئی شاعری کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بیشتر جدید شاعروں کے معروضات محض تخیلی صناعی کا

نمونہ ہیں۔ان کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اور اس طرح سے قاری اور سامع کے لئے ان کی شاعری محض لفظی بازی گری کے اور کچھ نہیں۔

احمد عارف کی نظموں میں یہ بات بڑی مثبت ہے کہ ان کا شعری معروض سماجی، مذہبی اور سیاسی ہے، جو انہیں اور ان کی شاعری کو اپنے سماج سے مشروط کرتا ہے۔یعنی دوسرے الفاظ میں ان کی شاعری میں کمٹمنٹ ہے۔گو کہ اس کمٹمنٹ کا احاطہ بہت چھوٹا ہے۔احمد عارف کی موجودہ شعری اظہارات کو دیکھتے ہوئے یہ امید تو کی جانی چاہے کہ ان کی آئندہ شاعری میں ان کے معروضات میں وسعت پیدا ہوگی اور ان کی شعری مشروطیت آفاقی اور ٹھوس ہوگی۔شاعری میں بیانیہ سے کلیتاً گریز ممکن نہیں، تاہم بہت زیادہ سادہ بیان بھی شاعری کو نثری بیان بنا دیتا ہے۔احمد عارف کو اس سے گریز کرنا چاہیے۔نیز میرے نزدیک شاعری حقیقت اور مافوق حقیقت، فطرت اور غیر فطرت کے امتزاج سے ابھرنے والی لفظی حقیقت کا نام ہے۔شاعر کا کام اس کا لحاظ رکھنا، اس میں غوطہ زن ہو کر شعر کے نایاب اور نیرنگ موتی نکالنا ہے، ورنہ معاملہ صرف اظہار تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔صرف جذبہ اور اس کے اظہار سے شاعری وجود میں نہیں آتی۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ جو شاعری احمد عارف آئندہ لکھیں گے ان میں متذکرہ بالا پہلوؤں کو بھی دھیان میں رکھا جائے تا کہ ان کی شاعری کا ارتقا اور زیادہ بلندیاں چھو سکے۔

خلیل مامون

میری بات

یوں تو میرے تخلیقی سفر کا آغاز افسانے سے ہوا۔اسی دوران،مَیں شاعری کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ 1982 کی بات ہے۔ جدیدیت اور ترقی پسند ادب کے ملے جلے اثرات تھے کہ معاشرے کی اصلاح اور دنیا میں کچھ کام کر جانے کی تمنا دل میں لئے،مَیں ادب میں داخل ہوا۔ پھر اس کے بعد یعنی 1984 میں،مَیں صحافت سے جڑ گیا۔اس طرح ادبی اور صحافتی سرگرمیاں میری زندگی کا حصہ بن گئیں۔

شاعری میں شروعات نظم سے ہوئی اور یہی اظہار کا وسیلہ بنی کہ غزل میرے پلے پڑی نہیں اور اس پر میں نے طبع آزمائی کی نہیں۔

شروعات میں مطالعہ کم اور لکھنا زیادہ تھا۔شاعری کے قواعد معلوم اور نہ ہی افسانے کے فن سے واقفیت۔اس پر چھپنے چھپانے کا بے حد شوق،اور پھر مدیران کی بے رخی اور عصبیت، چاہے اخبار کے ہوں یا رسائل کے، بالخصوص میرے افسانوں کی اشاعت سے متعلق جو آج بھی جاری ہے۔گرچہ کہ ابتدا میں نظمیں بھی انہی حالات سے دوچار ہوئیں۔ پھر بات سمجھ میں تب آئی جب شمس الرحمٰن فاروقی نے بتایا کہ 'ابھی آپ کی زبان اور آپ کا نثری اسلوب خامیوں سے خالی نہیں ہے'۔اس کے بعد مرحوم

محمود ایاز نے مذکر اور مونث میں فرق بتا کر جیسے میری آنکھیں کھولیں۔ جب مَیں نے 1995 میں، اس مجموعے میں شامل 'استدعا' نامی نظم 'خدامَیں تیرا بے شرم بندہ' کے بعنوان 'سوغات' میں بغرض اشاعت بھیجی تھی۔ جب کہ 1988 میں، میرے ایک افسانے کی اشاعت سے متعلق مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی نے یہ بات بتائی تھی۔ حالانکہ اس سے قبل انہوں نے میرے دو افسانے 'شب خون' میں اشاعت کے لئے محفوظ کر لئے تھے۔ بہر حال، اس کے بعد مَیں اپنا احتساب خود کرنے لگا۔ اس طرح کہ اس مجموعے میں شامل شاید ہی کوئی نظم ایسی ہوگی، جسے مَیں نے کئی بار لکھی نہ ہو۔ گر وضاحت کروں تو بات طویل ہو جائے گی۔

ویسے تو ارادہ ایک عدد افسانوں کے مجموعے کی اشاعت کا تھا پر ہوا یوں کہ باتوں ہی باتوں میں سلیمان خمار نے پوچھا کہ 'یہ تو بتاؤ نظمیں کتنی ہیں'۔ تو مَیں نے کہا۔ 'پچاس کے قریب ہوں گی'۔ اس پر انہوں نے ہنس کر کہا۔ 'اس سے کیا ہوگا، ایک مجموعے کی ترتیب کے لئے کم از کم ستر، اسی نظمیں تو ہونی چاہیئے'۔ پھر مَیں نے قلیل وقت میں بیس سے زائد نظمیں جوڑ لیں۔

مسودہ تیار ہوتے ہی 'پیش لفظ' کا جب خیال آیا تو، میرے ذہن میں سب سے پہلے خلیل مامون کا نام تھا۔ ادب میں، ان کی بے باکی اور صاف گوئی کا قائل تو مَیں تھا ہی اور اب ان کی فراخ دلی سے بھی واقف ہوا کہ انہوں نے بغیر کسی عذر کے اس مجموعے کا 'پیش لفظ' لکھنا قبول کیا۔ جو انہی کا وصف ہے۔

مَیں شکر گزار ہوں خلیل مامون کا، اور ان تمام دوست واحباب کا جن کی ادب نوازی سے اس مجموعے کی اشاعت عمل میں آئی۔

احمد عارف

ہوا سے کہو

استدعا

خدا
میرے
اچھے
چیکے سے
آنگن میں
میرے
سونے کی
دو، وادیاں بھر دینا
پھر مَیں
تیسری کی جستجو میں
سرگرداں رہوں گا
کہ
تونے مجھے
اسی نہج پر پیدا کیا

دعائے خیر

ہم
غریبوں کو
اتنی بھی
دولت
نہ دے
خدا
کہ مصرف
اس کا
مشکل ہو جائے

خدا بیزار ہے

ڈھلتی نہیں رات
کس کے اشارے
تھم گئی ہے
یا کوئی تبدیلی
نظامِ شمس و قمر میں آ گئی ہے

معاملہ
ارض و سما کا
خدا سے
اور وہ خفا
ہم سے
راز اپنا چھپائے گا
ماجرہ کیا بتائے گا
نیند کی آغوش میں جھکا آسماں
چاند آدھا کٹا ہے
اور خدا بیزار ہے

حکمت عملی

زنبیل باف
شہر نے
اپنے راز سارے
چھپا رکھے تھے
عمر زیاں کا
یہ فسانہ
اخروی زیست کے
متقاضی
لب گور ہوئے
در بہشت
کھلا دیکھ کر

ایصال ثواب

ایصال ثواب کو
اک نیک فعل سمجھ کر
جنازے کا بوجھ اٹھانے والے
ہر شخص کو
دعوت طعام کا
اہل عزا پر
واجب کر کے
کار خیر کی
بنیاد پر
تدفین کے بعد
چالیس قدم کے فاصلے پر
فاتحہ گو
مولوی کو
لحد کا مردہ
دیکھ رہا تھا

دہشتیں

سمٹ کر
رہ گئے لوگ
اپنی اپنی مسجد کی بنا پر
علماء دین کے ایما پر
منقسم
عقائد کی نوک سے
ہدایت خوب پائی
کسی اجنبی کی آمد پر
اکثر
چونک کر رہ جاتے ہیں
مقتدی
پیچھے امام کے
بڑی مشکل سے
سر جھکاتے ہیں

سرحد کا محافظ

نقطۂ عروج پر
اڑتی ہوئی چیل کو دیکھ کر
وقت توازن پر بیٹھا
کالا کوا
شور و غل کرنا
بھول گیا تھا
دوپہر کا وقت تھا
اور سرحد پر
تعینات
بی ایس ایف کا
سپاہی
بندوق تھامے
جھیل کے ٹھنڈے پانی میں نہا رہی
عورت کو
جانے کب سے دیکھ رہا تھا

حسب روایت

سبت کے دن
بندگان
اور خدااوند کے درمیان
منبر پے کھڑا
واعظ عیار
داورِ محشر کی پاسداری میں
روداد آخرت
بیاں کر کے
ڈراتا ہے
جیسے
دوزخ کی ہوا
کھا کر
آیا ہے
ابھی

خدا کے کام

ابھی
تھوڑی دیر پہلے
یہ آسماں
چپ تھا
پھر کیا ہوا
اچانک
جو برسنے لگا
مسلسل و متواتر
کہ
تھم
نہ جائے
مانو قیامت تک
چلو
پوچھ لیں
فقیہ شہر سے
یہ جائز ہے کہاں تک

صورت حال

کون
کس کا
گنہگار تھا یہاں
یہ کہنا مشکل تھا
بات جب
حساب کی چلی
اک مولوی نے کہا
آخرت میں یہ طے ہو جائے گا
اور ایک نے کہا
ایسا کچھ نہیں ہوگا

مالک دو جہاں

وہ
اک نام
جس کا ہے
خدا
ساری دنیا کا
مالک
کیسے بنا
الوہیت کی پہچان میں
مٹھی میں
پکڑے

سورج کی جان
چاند
بیٹھا ہے
پہلو میں
اور گردش میں ہے
آسماں
مشابہت
اس کی
کریں کیا بیان
اونچی باتیں کرتا ہے
در دوزخ کا
رکھ کر کھلا
جانے کب سے بیٹھا ہے

ہوم لون

مولوی کے بھی
جائز ارمان
پرتکمیل کی صورت
نظر آتی ہے کم
انہیں بھی چاہیے
ذاتی مکان
لون کے بغیر
شریعت کے بنا
آئے دن
آہیں بھرے
سرزنش مقروض کی کرے
مستند حوالے سے بیان
تاہم، کبھی کبھار
اصرار پر مولون کے
دکھائی دیتے ہیں اکثر
میلے میں ہوم لون کے

مڈل مین

مرحوم
ازخود
اخروی حالات سے دوچار تھا
ایسے میں
مولوی
جنت آشیانی کی
بشارت
دے کر
لواحقین سے
کچھ مانگ رہا تھا

مینڈک اور بادشاہ

مینڈک سے
دل لگائے
بادشاہ
پدمنی ناچے تو کیا
راگنی گائے تو کیا

مینڈکی کی
پیٹھ پر
پھدک کر
مینڈک کا بیٹھنا
مینڈکی کی

تائید میں
مینڈک کا
ٹرٹرانا
اچھا لگے
بادشاہ کو
مینڈکوں کے غول میں
خود کو بھلانا

مینڈک سے
دل لگائے
بادشاہ
پدمنی ناچے جھوم جھوم کر
اور راگنی گیت گائے تو کیا

نیا قانون

اب نہ
کوئی مرد
میری مرضی کے بغیر
کُس میں میری
مداخلت کر پائے گا
گر کوئی مرد
ایسا کرے گا، تو
عمر قید یا پھانسی کی
سزا پائے گا
کہ حکومت ہند نے
میری خاطر
اک نیا قانون
تجویز کیا ہے
جو میری
آبروریزی کے بعد
عمل میں آئے گا

آنکھوں دیکھا حال

میری
اک آنکھ
مصنوعی ہے
اور دوسری
قدرتی
پر دونوں
ایک جیسی لگتی ہیں
جیسے
میری بیٹی
سارا
اور
اس کی سہیلی ساوتری

ریپ کیس

مولوی کے

لب
کھلتے نہیں

دنیاوی معاملات میں

سنگ ساری

زانی کے لئے

بہتر

سزا
ہے کہ نہیں

اس حال میں

کہ لفظ 'ریپ' کا

مفہوم واضح کرنا

زنا کی
تصدیق کے لئے
عورت کی
کوکھ میں
زانی کا نطفہ تلاش کرنا
جرم کا
ثابت ہونا
سزا کی حد
مقرر کرنا
حاکم عدالت کا
کام ہے
معاملے کو طول دینا
زانی کو چھوٹ دینا

بیکار میں

کچھ

گناہوں کا

ازالہ

بقیدِ حیات

ہو جائے تو

اچھا تھا

رہے دنیا میں جب تلک

شجر کا

سایہ بھی

نہ ملا

اس دیار میں

اور پیر نے

آخرت کی

ضمانت دے دی

بیکار میں

رہنے بھی دو

میری
محبت کی
داستان
سن کر
لوگو
تم کیا کرو گے
رو رو کر خون کے آنسو
میری طرح
تم بھی
بت
بن جاؤ گے

ایسا مت کرو

پیر میرے
جب مَیں
پاؤں پڑوں تمہارے
میرے
اس عمل کو
تم اپنی مرضی سے
میری گردن پر
اپنی ہتھیلی
ٹکا کر
میرے عمل کو
طول دینے کی
کوشش مت کرنا

فلسطینی بچے

مسلح
سپاہی پر
پتھر
پھینکنے کا
عمل
بے نشانہ ہی سہی
پر
اپنی
نفرت کا
اظہار
کرتے ہیں یوں
فلسطینی بچے

بیت المال

بیت المال کا
قیام تو
بہر حال
اک اچھا فعل تھا
مال کا
ایک جگہ جمع ہونا
اور تقسیم کا
پیمانہ طے کرنا
بالآخر
یہ تو
امیر جماعت کا کام تھا
اور امیر تھا کہ
بیوپاری سے جڑا ہوا تھا

اذان اور مؤذن

لے
پکڑ لے
کہ سانس ٹوٹ نہ جائے تیری
کلیجے کے بل
نکلے آواز
مؤذن کی
مسجد کے
میناروں میں
گونج پیدا کرتے ہوئے

مصروفیت

یہ
چیز تو بھی
جان گئے
بچے
کہ باپ ان کا
پی کر آتا ہے
ہر روز
شام ڈھلے
ماں ان کی
کچھ کہنے سے رہی
مرد کی جیب ٹٹولنے سے
فرصت نہیں ملی

شہر اکیلا

اب چلو
اس شہر کو کہیں
الوداع
یہ بے وجہ
مسکرانے لگا ہے بہت
ہر نئی
آفت میں ہے مبتلا
دیکھتا ہے
آسماں کو
پاگلوں کی طرح

ورکنگ ومن

پچیس
پچاس
یا پچھتر روپئے
خرچ ہوئے بھی تو
پندرہ سو پچھتر کا حساب مانگتے ہو
میرے اخراجات کا
تخمینہ
تم لگاتے ہو
میری کمائی پر
حق اپنا
یوں نہ جتاؤ

میرے پرس میں ملے
کسی ہوٹل کا
پندرہ سو پچھتر کا بل دیکھ کر
تم کیوں پریشان ہوتے ہو
میرا یہ خرچ
دراصل
کسی نہ کسی شخص کے ذمے ہوتا ہے
اور یہ کبھی کم
اور زیادہ بھی ہوتا ہے

لڑکی چالاک ہے

کچھ
ایسا
اہتمام کرو
پیر میرے
کہ وہ لڑکی
ہو جائے میری
شادی سے
انکار
وہ کرتی ہے
گر وجہ
پوچھو تو
شادی کی ضرورت پر
کئی سوال
پوچھتی ہے

مت پوچھو

مَیں نے
زندگی کو
لمحہ لمحہ مرتے دیکھا ہے
یا زندگی نے
مجھ کو
لمحہ لمحہ مرتے دیکھا ہے
مگر
مجھ سے
اس کی
تفصیل
مت پوچھو

پوچھنا ہے ضروری

اب کی
اساڑھ کے
پہلے دن کی بارش میں
ہو سکے تو بھیگ جائیں گے
پر یہ نہ بھول پائیں گے
کہ مکھ منتری سے
ملنا ہے ضروری
یہ پوچھنا ہے
آنے والی
اب کے
دیوالی
گھر ہمارے
آئے گی کیا خوشحالی

بڑی بات

اُس عورت کی
رنگت پر
نہ جاؤ
کالی
ہے تو
کیا ہوا
ہر کسی
مرد کو
خوش کرنا جانتی ہے
یہ سب سے بڑی بات ہے

بادشاہ کو نہیں معلوم

ملک کی
دن بدن گھٹتی ہوئی
شرح آبادی سے پریشان
بادشاہ کا
یہ فرمان، کہ
دو سے زائد بچے پیدا کرنے والی عورت کو
'بچے والی'
کے خطاب سے نوازا جائے گا
اس پر
ایک لاکھ روپئے کا
'نقد انعام'
دیئے جانے کا
سرکاری اعلان

سن کر
عورتیں
شرما گئیں
ایسے کہ
بادشاہ نے
ان کے کام میں
مداخلت کی ہو
جیسے کہ
وہ اپنے
مردوں کی بات مانتی نہیں
کنڈوم پہنے بغیر
مرد، ان سے مجامعت کرتے نہیں
بادشاہ کو یہ معلوم نہیں

ہوا سے کہو

افق پے
کھڑی ہے
شام
اے ہوا
تو بھی
تھم جا ذرا
کہ بہتی ہوئی ندی میں
نہا رہی ہے
نورِصبا کی ماں

شکیلہ کوئی اچھی لڑکی نہیں

سبت کے دن
مچھلیاں پکڑنے کے بہانے
سمندر میں نہا کر آتی ہے اکثر
کہ گھر کی چار دیواری میں رہنا
اب اس کے بس میں نہیں
بادلوں کی اوٹ میں
چھپے چاند سے
آنکھیں لڑانے کی خواہش
بے وجہ مسکرانے کے
عمل سے
دوچار ہوئی
جب سے
سوءِ مزاج بنی
شوہر کی بات مانتی نہیں
شکیلہ کوئی اچھی لڑکی نہیں

ماں نے کہا

بدو
جب پیدا ہوا
گھر میں
اناج کا
اک دانہ
نہ تھا

ماں نے کہا

مَیں
زچہ
جاؤں کہاں
احوال اپنے
لکھ دیئے
میرا نصیب
کہ بادشاہ
چل کر

گھر میرے آئے

بھری بوریاں

اناج کی

اپنے ساتھ لائے

ناز

مجھ پر کیا

اور چل دیئے

ماں نے کہا

بدو

جب پیدا ہوا

باپ

اس کا

جہاد میں مرا

ماں نے کہا

قصہ پرانا

اے
ستارۂ شناس
الجھن میں کہاں پڑ گیا
ہم دعویٰ
اہل کتاب کا کرتے رہے
اور ہم پہ سبقت
کوئی اور لے گیا
سبع سیارے
سبھی تاروں میں دیکھا
تم سا کوئی
نظر نہ آیا
تیرا وجود
کیا دنیا کے لئے
داستان
بن کر رہ گیا

شبِ معراج

کیسے
کٹے
معراج کی
رات
ہماری
دل پہ
یہ بوجھ
صدیوں پرانا ہے

خدا سا کوئی

یوں
آویزاں ہے
ہر گھر میں
تصویر اُس کی
ہمارے
درمیان
اک شخص
خدا سا کوئی رہتا ہے

صبح ازل

ازل کا
سورج
کس نے دیکھا
دیکھا تو کسی نے
ضرور ہوگا
چلو
پوچھ لیتے ہیں
خدا سے

اوورٹائم

بن سنور کر
نکلی وہ گھر سے
بیچ رستے
عاشق نے روکا
انکار کی کیا بات تھی
چپکے سے ساتھ اس کے ہولی
رات دیر گئے
واپسی
شوہر کی
خاموشی
کیا عجب کہ
ہر معاملہ
تصفیہ
اور پھر شوہری
اوورٹائم کی مجبوری

زندگی

زندگی
یہ کس نے کہا
تم سے
کہ
بیزار ہوں
مَیں
تم سے

سانچے کی سچی

ماں
میری
حمل سے تھی
شاید
گیہوں میں ملے
چکنی مٹی کے
چھوٹے چھوٹے ڈھیلے
چن چن کر کھا رہی تھی
اور چاول میں ملے
باریک کنکر
چن چن کر
بے دردی سے
آنگن میں پھینک رہی تھی
اناج صاف کرنے کا

ماں نے
یہ طریقہ
پہلے سے اپنایا تھا
جب مَیں چھوٹا تھا
اب گھر میں
مجھ سے چھوٹے
میرے بھائی اور بہنیں ہیں

ماں
میری
حمل سے ہے
شاید
باپ سے میرے
پوچھ رہی تھی
کتنے بچے جننا ہے اور باقی

حاصل بندگی

وہ
اک شخص
جو کل تلک
معتبر تھا
اجر کی دھن میں
خدا سے
رشتہ
خوب نبھایا
عمر بھر سجدے میں رہا
اور لحد کی
آغوش میں
پناہ
مانگے تو کیا

چوری

مَیں

ذرا

دیوانی تھی

باتوں میں

اُس کی آ گئی

تارے توڑ لانے کے بہانے

وہ

چاند

میرا

آدھا

چرا لے گیا

عمل صالح

عدل کی
کھونٹی سے بندھا
کون
اپنی شجاعت کی داستان
سنا رہا ہے
کہ لوگ
جوق در جوق
آ رہے ہیں
دیکھو تو ذرا
اپنے ہی لہو میں
نہانے کا
عمل
کہیں
عمل صالح تو نہیں

فکر

متبرک
ہیں
وہ لوگ
جو
ہمیشہ
مسلک کی
فکر میں
الجھے رہتے ہیں

ماں بیٹا اور نہنگ اجل

بات
جب میرے
مرنے کی چلی
تو سب سے پہلے
بیوی میری خوش ہوئی
اور بعد میں بچے
پھر پتہ نہیں
ماں تک
یہ خبر پہنچی کیسے
وہ آئی
بے تحاشہ دوڑ کر گھر میرے
کہا علانیہ
نہنگ اجل سے
کہ میری جان کے بدلے
میرے بچے کو بخش دے

سوا نیزے پر سورج

اب
چلو کہ
سورج کا قرض
چکانے کا وقت آ گیا
کھڑا ہے
بے شرم
سوا نیزے پر

ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ

ہائی کورٹ کا
معاملہ ہے
جہاں تک میرا خیال ہے
تمہارے مقدمے کی سماعت کو
پندرہ تا بیس سال
یوں ہی لگ جائیں گے
کہ سول میٹر ہے
گر منصف نے
غلط فیصلہ سنایا تو
سپریم کورٹ کا در کھلا ہے
فکر نہ کرو
وہاں فیصلہ آنے تک
تمہاری زندگی کے
بقیہ دن
پورے ہو جائیں گے

ان داتا

خشک
زمین میں
بیج
وہ بوتے ہیں
پھر
آنکھ اٹھا کر
آسمان کی طرف دیکھتے ہیں
کسان
ہمارے
ان داتا
ہوتے ہیں

شہرِ جاناں

اور

اس

شہر میں

دیکھوں مَیں کیا

اک تیرا جوبن

تیری جوانی کے سوا

اور کیا

پرانے چہروں کے درمیان

نیا کیا

مَیں چلا جاؤں

تیرا یہ شہر چھوڑ کر

کسی دن

تھم جائے گی رات
سویرا ہو گا کیا

مفلسوں کے شہر
جینے کے ہنر
تو نہ جانے
آنچل اپنا
لہرانے لگی
سرِشام
تیری محبت
میری عداوت میں کیا

ریپ کرو گے

یہ
کھیل ہے
بس چند لمحوں کا
جو انزال تک جاری رہتا ہے
جس کی چاہت میں
تم نے
بلا اجازت
میری بُر میں
مداخلت بے جا کی تھی
یہ مَیں
ثابت کر سکتی ہوں
کورٹ میں
اور اسی بُر کو پانے کے لئے
عمر بھر
تڑپتے رہو گے
تم جیل میں

خطبۂ جمعہ

مسائلِ شہر
کچھ اور تھے
اور ممبر پہ کھڑا
واعظ
خطبۂ جمعہ میں
ٹخنوں سے نیچے
ازار پہننے والوں کی
سرزنش
کرتا رہا
بار بار

خلاف توقع

وہ
عاشق میرا
پہلے تھا
پھر شادی کے بعد
خاوند بنا
اس ناتے مَیں
عیاشی اس کی
برداشت کرتی رہی کہ
اکتفا
وہ مجھ پہ کر لے
یہ میری فطرت تھی
مگر
کس نہج پر
پیدا وہ ہوا
میرے خلاف
اس کی عادت تھی

حسب منشا

امسال بھی
پنچمی کے دن
ناگ
ہمارے
گھر آیا
اور دودھ پی کر
مرگیا
عجب معاملہ
زیست کا
میرے گھر آنگن یہ سانحہ ہوا
قابل مذمت
فعل تھا یہ
جو مجھ سے
سرزد ہوا

صحیح پتہ

خدا

میرے

اچھے

چپکے سے بتا

گھر تیرے

آؤں مَیں

کب اور کہاں

پہلے تو اپنا

پتہ تو بتا

کہ تیرا

حاظر و ناظر ہونا

مجھے کیا پتہ

اچھا ہے

مجھے
ذرا
گھبراہٹ سی ہوتی ہے
بڑے لوگوں کے
درمیان
بات کرنے میں
میرا منشا
شہرِ جاناں
گر تم
اپنے انداز میں
بیاں کرو تو
اچھا ہے

بالآخر

وہ
کیا ہے کہ
خدا بھی
جب کبھی
ہم سے
ناراض ہوتا ہے
تو چپکے سے
زمین کو
کچھ کہہ کر
سمندر کو اکساتا ہے

جب
سرپھری لہریں
نیست ونابود کر جاتی ہیں
ہماری موت اور حیات پر
راحت کے وسائل
پیدا کرتا ہے
ہم زیرتسلط
رہیں اس کے
بالآخر
وہ بھی
یہی چاہتا ہے

خالی ہاتھ

اتنی
بھی
بارش
نہ برسا
خدا
کہ گھر ہمارے
کچی مٹی کے بنے
ٹوٹ جائیں گے
اور تم پر
الزام دھرنے کے سوا
پاس ہمارے
کچھ نہ رہ جائے گا

یاددہانی

کیوں نہ
میرے خدا
بچوں کو
ہم اپنے
ترغیب یہ دے جائیں
کہ وہ
غافل نہ رہیں
تجھ سے
یوں ہی سدا
اور کٹ جائے نہ
کوئی رات
ان کی
تیری یاد کے بنا

غلط فہمی

قلیل
مقدار میں
رہ گئے لوگ
مان بھی لو
اپنی شناخت
سر پہ باندھا کرتے تھے
عمامہ
مگر
یہ کیا
کہ
پھر سے

دیکھا کریں
افق کے اس پار
اک شخص کو ہوتے ہوئے
نمودار
چاند سا
چہرہ ہو جس کا
جو صدیوں پہلے
کر گیا
ہمارے حوالے
اتھاہ سمندر

پہرے دار

بچے
اب مجھ سے
کچھ نہیں مانگتے
زندگی کو یہاں تک
کھینچ کر لایا ہوں
اپنائیت کا تھا
واحد معاملہ
در میرے گھر کا کھلا رہے ہمیشہ
اور آنگن میں
پہرا مَیں دیتا ہوں
مجھ کو ملا
عمر بے ثبات کا یہ صلہ
پوچھے نہ کوئی
اتنے بڑے شہر میں
کرتا کیا ہوں
مَیں تنہا تنہا

جل یوجنا

وہ
بے تحاشہ
رو رہا تھا
ایسے کہ مَیں بھی
ساتھ اس کے رولوں
پانی کے مسئلہ پر
وہ اپنی
دکھ بھری کہانی
سناتا ہے اکثر
یہ مجھے معلوم نہ تھا
مَیں تو جل کی یوجنا لئے
گاؤں اس کے گیا تھا
میری آمد پر
کہتے ہیں لوگ کہ
وہ بہت خوش تھا

ماں میری اچھی

ماں
میری
بہت اچھی
کب تلک
تم مجھے
سمجھاتی رہو گی
اشاروں میں، تو
کنائیوں میں کبھی
کہ رات میں
باہر جانا
چھوڑ کیوں نہیں دیتی

کبھی کھل کر کیوں نہیں کہتی
کیا تم بھی
وہی کام کرتی ہو
جو مَیں بھی کرتی ہوں
باوجود اس فرق کے
تم، دن کے اجالے میں
مردوں کے پیچھے پڑ جاتی ہو
اور رات کے اندھیرے میں
مرد، میرے پیچھے
پڑ جاتے ہیں
کیوں
ظاہر سی
یہ بات ہے
پر، ماں
میری اچھی
جان کر بھی انجان ہے

اعلان

محفل عروسی میں
پیر شریعت وطریقت کی
دعوت عام میں
غربا و مساکین کے لئے
طعام کا
الگ سے انتظام
کئے جانے کا
اعلان
سن کر
بہت اچھا لگا

شہر

شہر
بیوگی، پر اپنی
ایڑیاں رگڑتا
واویلا مچاتے
تھک کر
معصوم بچہ بنا
اندھیری رات میں
دبک کر سو جاتا ہے اکثر
کہ صبح کاذب
کھلا آسماں
دھرتی کا سہاگ بنے

شہر
نامراد،
نرم انگلیوں کے
لمس سے
ہوا محروم
شب کے آخری پہر
لی انگڑائی
اور پہن کر کان میں بالی نشانی
اپنی شجاعت کو
نیزے کی دھار پے رکھ کر
سمندر کنارے
پاؤں پسارے
سو گیا

شہر
بے حیا،
اک پاؤں پے وزن ڈال کر کھڑا ہے
سوا نیزے پر
سورج کی جگہ
اور زندگی

چھت کو ہتھیلی پر ٹکائے
مانگے، مانگ رہی تھی
مہلت چند روز کی
روبرو اس کے
خدا تھا

شہر
ننگا،
اپنی آنکھوں کا
منکر بنا
چین کی نیند سو گیا

شہر
نیند میں
ہچکی لے رہا تھا

نہنگ اجل

کیسے
پکڑ لوں
مَیں
دن خدا کے
جان میری
اس کی مٹھی میں تھی
اچھی تجویز
لے کر آیا
در میرے
اک شخص
صدیوں پرانا

جہادی

لجا
آنکھ میں
معرا جسم
نہ دیکھو
لجاجت
تغیرات کی دنیا میں
بے معنی ہے
ژولیدہ حال
تم کہاں
زخم، اپنے چھپاؤ گے
زوال پذیرائی
مسلط
تمہارے اذہان پر ہے
انس سے
محروم

ذات تمہاری

تعین کرے کس جہاں آفریں کا

اک خدا

آسماں پر

ایک خدا

زمیں کا

کس کی مٹھی میں ہے جان تمہاری

قتل کی سزا سے

خوف زدہ

کرتا ہے

کون

نجات کی

بشارت سے

جہاد کی

ایما پر

پیدا ہوئے کس نہج پر

سج دھج کر گھر سے نکلے

لوٹ کے واپس پھر نہ آئے

کہ صحرانورد کا

عذرِ بے جا

حظِ زن کے تعاقب میں
تشدد آنکھ میں
سلح ہاتھ میں
نابلد راہ پے ملی
انثیٰ کی ناک کاٹ کر
بانجھ زمین کی شان میں
سلامت رہے
ازلی میثاق کے منکر
کہاں چلے
درس جہاد کا
اعادہ کرنے
نہنگ اجل کے حوالے کرنے
آدم کی
اولاد کو

معاف کرنا

مَیں نے
بار ہا کہا
مولوی سے
بانگی
تیری مسجد کا
غلط تلفظ میں دیتا ہے اذان
شکایت میری بجا تھی
پر مولوی نے
میری بات
مانی نہیں
کہا چپکے سے
معاف کرنا
مَیں نے تمہیں
کسی نماز میں دیکھا نہیں

اوچھے لوگ

شاعر
اٹھو
دیکھوتو
بعدازمرگ
تمہارے
لوگ
تمہاری
غزل
سننے آئے ہیں
اورسنوکہ
یہ وہ لوگ ہیں
جنہیں کل تلک فرصت نہیں تھی
تم سے ملنے کی
آج یہ دعویٰ کررہے ہیں
تمہارے دوست ہونے کی

فروغ اردو

چند
سکے ہیں
میرے پاس
مصرف ان کا
تلاش کر رہا ہوں
مَیں نا
کسی پر
خرچ کروں گا
صبح کا
اردو اخبار
خرید کر پڑھوں گا

سچ کہو

نظم معریٰ
کڑواہٹ اس کی
غزل اور افسانے سے
جدا ہوتی ہے
گر یقین نہ آئے
صبا سے
پوچھ لو
جس کا
سراپا، نظم
حسن، غزل
اور جوانی افسانہ بنے کیسے